اہلیت اور اس کے عوارض

ڈاکٹر عبدالکریم زیدان ترجمہ ڈاکٹر احمد حسن

صحت تکلیف کے لیے یہ ضروری ہے کہ مکلّف کو جس بات کا حکم دیا جا رہا ہے وہ اس کا اہل بھی ہو۔ تکلیف کی یہ اہلیت انسان کے عاقل و بالغ ہونے پر ثابت ہوتی ہے تاہم علمائے اصول اہلیت اور اس کے عوارض کے بارے میں عمومی طور پر گفتگو کرتے ہیں۔ اس لیے ان کے ساتھ ہم بھی اسی طریقے پر چلیں گے اور پہلے اہلیت کے بارے میں گفتگو کریں گے، اس کے بعد اس کے عوارض پر۔

پہلی مبحث: اہلیت

اہلیت کی تعریف: لغت میں اہلیت کے معنی صلاحیت کے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ فلاں شخص فلاں کام کا اہل ہے یعنی اس میں اس کام کرنے کی صلاحیت ہے۔

علمائے اصول کی اصطلاح میں اہلیت کی دو قسمیں ہیں: ۱۔ اہلیت وجوب ۔۲۔ اہلیت ادا

اہلیت وجوب:

اس سے مراد انسان کی وہ صلاحیت ہے جس سے شریعت میں دیے گئے اس کے حقوق اور ذمہ داریاں واجب ہوتی ہیں، یعنی اس کے حقوق دوسروں پر اور خود اس پر ذمہ داریاں ثابت ہونے کی صلاحیت۔ یہ اہلیت انسان میں ذمہ (ذمہ داری) کے سبب ثابت ہوتی ہے۔ عربی زبان میں ذمہ کے معنی عہد کے ہیں۔ قرآن میں اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ﴿لا یرقبون فی مؤمن الا ولا ذمة﴾ (التوبۃ ۹:۱۰) (وہ مسلمانوں کے بارے میں نہ تو قرابت داری کا پاس کرتے ہیں اور نہ عہد و پیاں کا)۔

دارالاسلام میں جو غیر مسلم دائمی طور پر رہتے ہیں ان کو اہل ذمہ اس لیے کہا جاتا ہے کہ ان کے اور ہمارے درمیان معاہدہ ہوتا ہے۔ اہل ذمہ سے مراد اہل عہد ہیں۔ اصطلاح میں ذمہ ایک ایسا شرعی وصف ہے جس سے انسان کے اپنے حقوق دوسروں پر ثابت ہوتے ہیں اور دوسروں کے حقوق اس پر اسی اصطلاحی معنی میں یہ ہر انسان میں ثابت ہے[۲]۔ کیونکہ جو بچہ بھی دنیا میں پیدا ہوتا ہے اس کے لیے ذمہ ثابت ہوتا ہے اور اس کے نتیجے میں وہ حقوق و ذمہ داریوں کا اہل قرار پاتا ہے[۳]۔

اس بنا پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ اہلیت وجوب کی اساس انسان میں زندگی ہے کیونکہ زندگی سے ہی انسان میں ذمہ داری ثابت ہوتی ہے اور اس پر ہی اہلیت وجوب کی بنیاد ہے۔ اس لیے یہ اہلیت اس بچے کے

لیے بھی ثابت ہے جو ماں کے پیٹ میں ہوتا ہے اگر چہ وہ ناقص ہی ہو کیونکہ اس میں زندگی پائی جاتی ہے۔ جب اہلیت وجوب کے ثبوت کی اساس زندگی ہے تو انسان کی یہ اہلیت ساری زندگی باقی رہتی ہے اور موت تک اس سے جدا نہیں ہوتی ہے[۴]۔

اہلیت وجوب کو علمائے اصول اصطلاح میں جس معنی میں استعمال کرتے ہیں وہ جدید قانون کی اصطلاح میں ایسی شخصیت کہلاتی ہے جس کا قانون نے اعتبار کیا ہے (شخص اعتباری) اور ان کے نزدیک یہ ہر انسان کے لیے ثابت ہے۔ اس کی تعریف وہ اس طرح کرتے ہیں: انسان کی یہ وہ صلاحیت ہے جس کے ذریعے اس کے حقوق و واجبات ثابت ہوتے ہیں[۵]۔ ان کی یہ تعریف علمائے اصول کی اہلیت وجوب کی تعریف سے ملتی جلتی ہے۔

اہلیت ادا: یہ انسان کی وہ صلاحیت ہے جس کی وجہ سے اس سے کسی ذمہ داری کی ادائیگی کا مطالبہ کیا جاتا ہے اور اس کے قول و فعل کا اعتبار ہوتا ہے اور ان پر شرعی نتائج مرتب ہوتے ہیں۔ معاملات میں اس کا تصرف شرعاً معتبر سمجھا جاتا ہے۔ اگر وہ عبادت سمجھ کر کسی فریضے کو ادا کرتا ہے تو وہ ادائیگی معتبر ہوتی ہے اور وہ فریضہ اس کے ذمے سے ساقط ہو جاتا ہے۔ اگر کسی کے خلاف وہ جرم کا ارتکاب کرتا ہے تو اس کے جرم پر پورا پورا مواخذہ کیا جاتا ہے اور اس پر اس کو بدنی اور مالی سزا دی جاتی ہے[۶]۔ اس اہلیت کی اساس رشد و تمیز (سمجھ بوجھ) ہے نہ کہ زندگی۔

اہلیت وجوب چونکہ ہر انسان کے لیے ثابت ہے، اس لیے نماز ہر شخص کے لیے واجب ہے لیکن اس کی ادائیگی کا مطالبہ سن تمیز کے بعد اس سے کیا جاتا ہے۔ یہی حال دوسرے فرائض کا ہے۔

کامل اور ناقص اہلیت:

اہلیت وجوب اور اہلیت ادا دونوں کبھی کامل ہوتی ہیں کبھی ناقص۔ یہ تقسیم زندگی کے ان مراحل کے پیش نظر کی گئی ہے جن سے انسان وجود میں آنے سے عقل کے کامل ہونے اور پھر موت تک گزارتا ہے۔ یہ مراحل یا ادوار مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ وہ دور جب بچہ ماں کے پیٹ میں ہوتا ہے (دور جنین)

۲۔ پیدائش کے بعد سے سن تمیز (سمجھ بوجھ) تک کا دور

۳۔ سن تمیز سے بلوغت تک کا دور

۴۔ بلوغت سے بعد کا دور

ذیل میں ہم اہلیت کی ان تمام اقسام کے بارے میں گفتگو کریں گے جو ان ادوار میں سے ہر دور میں انسان کے لیے ثابت ہوتی ہیں۔

☆تفاءل ولا تقنط ولا تیاس واحسن الظن بربک وانتظر منه کل خیر وجمیل.☆

پہلا دور: دورِ جنین

جب بچہ ماں کے پیٹ میں ہوتا ہے تو کبھی ہم اس کو ماں کا حصہ سمجھتے ہیں، کیونکہ ماں کے ایک جگہ ٹھہرے رہنے سے وہ بھی ٹھہرا رہتا ہے اور اس کے منتقل ہونے سے وہ بھی منتقل ہوتا ہے، اس لیے ہم اس کے لیے ذمہ ثابت نہیں کرتے اور اس کے نتیجے میں اہلیت وجوب کی بھی نفی ہو جاتی ہے۔ اور کبھی اس کو ہم ایسی مستقل شخصیت سمجھتے ہیں جو ماں سے علیحدہ زندگی رکھتی ہے، اس سے جدا ہونے کے لیے تیار رہتی ہے اور آئندہ بذات خود ایک مستقل انسان بننے والی ہے۔ اس بنا پر ہم اس کے لیے ذمہ کا وجود ثابت کرتے ہیں اور اس کے نتیجے میں اہلیت وجوب اس کے لیے ثابت ہوتی ہے۔

ان دونوں حیثیتوں کے لحاظ سے بھی اس کے لیے نہ تو کامل ذمہ ثابت ہوتا ہے اور نہ ہی اس کی مطلق نفی ہوتی ہے۔ بلکہ اس کے لیے ایسی ناقص ذمہ داری ثابت ہوتی ہے جس میں اپنے حقوق حاصل کرنے کی صلاحیت موجود ہے۔ اس لیے جو بچہ ماں کے پیٹ میں ہوتا ہے اس میں ناقص اہلیت وجوب ہوتی ہے اور اس سے اس کے حقوق ثابت ہوتے ہیں، نہ کہ اس پر دوسرے کے حقوق۔ چنانچہ اس حالت میں اس کے ایسے حقوق ثابت ہوتے ہیں جن میں قبولیت کی ضرورت نہیں ہوتی جیسے میراث، وصیت، وقف میں استحقاق۔ البتہ جن حقوق کے لیے قبولیت ضروری ہے، جیسے ہبہ وہ اس کے لیے ثابت نہیں ہوتے چاہے وہ اس کے لیے نفع بخش ہی کیوں نہ ہوں۔ اس کا سبب یہ ہے کہ نہ تو وہ اظہار کر سکتا ہے اور نہ اس کا کوئی ولی یا وصی ہوتا ہے جو قبول کرنے میں اس کا قائم مقام بن سکے ہے۔

اس کی اہلیت ناقص ہونے کے سبب، جیسا کہ ہم اوپر بتا چکے ہیں، اس پر دوسروں کے حقوق واجب نہیں ہوتے۔ یہ بات قابل لحاظ ہے کہ ماں کے پیٹ میں بچے کی ناقص اہلیت اس شرط پر ثابت ہوتی ہے کہ وہ زندہ پیدا ہو۔

رہی اہلیت ادا تو ماں کے پیٹ میں بچے کے لیے اس کا کوئی وجود نہیں کیونکہ مکمل طور پر عاجز ہونے کے سبب اس سے کسی کام میں تصرف کا تصور بھی نہیں ہو سکتا۔ اس اہلیت کی بنیاد عقل وتمیز پر ہے اور ماں کے پیٹ میں جو بچہ ہوتا ہے اس میں تمیز بالکل نہیں ہوتی۔

دوسرا دور: پیدائش سے سن تمیز (سمجھ بوجھ) تک کا دور۸

جب بچہ زندہ پیدا ہو جاتا ہے تو اس کے لیے کامل ذمہ داری ثابت ہو جاتی ہے اور اس بنا پر اہلیت وجوب بھی کامل ہوتی ہے۔ اس لیے اب اس کے دوسروں پر حقوق اور دوسروں کے اس پر حقوق ثابت ہوتے ہیں۔ ہونا تو چاہیے کہ اس پر وہ تمام حقوق واجب ہوں جو ایک بالغ انسان پر واجب ہوتے ہیں کیونکہ اس کے لیے اب کامل ذمہ داری اور مکمل اہلیت ثابت ہو گئی ہے۔ لیکن یہ بات ذہن میں رکھنی چاہیے کہ انسان

پر کسی حق کا واجب ہونا صرف وجوب کے لیے ہی مقصود نہیں ہوتا بلکہ وجوب سے مقصود اس کا حکم ہوتا ہے۔ وہ حکم اس حق کی ادائیگی ہے۔ لہذا ہر وہ حکم جس کو بچہ ادا کرسکتا ہو اس پر واجب ہے، اور جس کو وہ ادا نہ کرسکے وہ اس پر واجب نہیں ہے۹۔ اس کی تفصیل ذیل میں بیان کی جاتی ہے:

اول۔ حقوق العباد: ان میں بعض مالی حقوق ہیں جیسے تلف شدہ چیزوں کا معاوضہ، مزدور کی مزدوری، بیوی اور رشتہ داروں کا نفقہ وغیرہ۔ یہ حقوق بچے پر واجب ہوتے ہیں کیونکہ ان سے مقصود مال ہے اور بچے کی طرف سے نیابتاً اس کی ادائیگی کا امکان موجود ہے۔ چنانچہ بچے کا ولی اس کے نائب کی حیثیت سے ان حقوق کو ادا کرے گا۔

حقوق العباد میں سے وہ حقوق جو سزا کے طور پر واجب ہوتے ہیں، جیسے قصاص، وہ بچے پر واجب نہیں ہوتے۔ کیونکہ بچے پر یہ حکم لگانا مناسب نہیں۔ وہ حکم یہ ہے کہ سزا دے کر مواخذہ کیا جائے۔ لیکن بچے کے حق میں یہ ممکن نہیں ہے کیونکہ بچے کے فعل کو تقصیر سے تعبیر نہیں کیا جاسکتا، اس کے فعل میں جرم کی علت نہ ہونے کے سبب وہ فعل سزا کا سبب نہیں بن سکتا۔ اسی طرح اس حق کو نیابت کے ذریعے بھی ادا کرنے کا امکان نہیں ہے اس لیے بچے کے ولی کو اس کے نائب کی حیثیت سے سزا نہیں دی جاسکتی لیکن دیت کا حکم اس سے مختلف ہے۔ یہ محل کی حفاظت کے لیے واجب ہوتی ہے اور بچپن عصمت محل کی نفی نہیں کرتا۔ یعنی بچے کو دیت کے ذریعے سے بچایا جاسکتا ہے۔ وجوب دیت سے مال مقصود ہوتا ہے اور نیابت کے ذریعے اس کو ادا کیا جاسکتا ہے۔

دوم۔ **حقوق اللہ:** عبادات میں سے جسے اولیت حاصل ہے یعنی ایمان، وہ جو خالص عبادات ہیں خواہ خالص بدنی ہوں جیسے نماز، یا خالص مالی ہوں جیسے زکاۃ، یا بدنی مالی دونوں سے مرکب ہوں جیسے حج۔ ان میں سے کوئی عبادت بھی بچے پر واجب نہیں۔ اگرچہ ان حقوق کا سبب اور محل موجود ہیں اور یہ سبب وہ ذمہ داری ہے جس کی بچے میں صلاحیت پائی جاتی ہے۔ بچے پر ان عبادات کے لازم نہ ہونے کا سبب یہ ہے کہ ان حقوق کے وجوب کے حکم کا تقاضا یہ ہے کہ ان کو ادا کیا جائے اور ادا بھی وہ شخص اپنے اختیار سے بالفعل کرے، جس پر یہ واجب ہیں۔ ان میں وہ نیابت جو اس کا عوض ہوسکے درست نہیں ہے۔ اس کا سبب یہ ہے کہ اپنے اختیار و فعل سے ادا کرنے میں آزمائش ہے اور اس پر بدلہ ملتا ہے لیکن بچے میں اس کی اہلیت نہیں ہوتی۱۰۔ سزا کے طور پر جو اللہ تعالی کے حقوق ہیں، جیسے حدود، وہ بھی بچے پر واجب نہیں ہیں۔ اسی طرح جیسے اس پر بندوں کے حقوق جو سزا کے طور پر ہوتے ہیں، مثلاً قصاص، واجب نہیں ہے کیونکہ اس پر حکم کا اطلاق نہیں ہوسکتا۔ حکم سے مراد سزا دے کر مواخذہ کرنا ہے، دوسرے اس میں نیابت کا امکان بھی معدوم ہے۱۱۔

☆البلاء یقرب بینک وبین اللہ، ویعلمک الدعاء ویذھب عنک الکبر والعجب والفخر.☆

رہی اہلیتِ ادا تو اس دور میں بچے کے حق میں یہ اہلیت تمیز نہ ہونے کے سبب مکمل طور پر معدوم ہوتی ہے۔ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ عقل اور سمجھ بوجھ جو تمیز کی علامت ہے اہلیت ادا کی اساس ہے۔اس لیے بچے سے کسی چیز کے ادا کرنے کا مطالبہ نہیں کیا جاتا۔ایسے حقوق جن میں نیابت درست ہے، اہلیت وجوب کے سبب اس کا ولی اس کی طرف سے ادا کرے گا۔اہلیت ادا کے معدوم ہونے کے سبب بچے کے اقوال وتصرفات پر کوئی شرعی اثر مرتب نہیں ہوتا۔اس لیے اس کے زبانی معاہدے وتصرفات باطل ہیں،ان کا کوئی اعتبار نہیں۔

تیسرا دور:سن تمیز سے بلوغ تک کا دور

یہ دور بچے کے سات سال کی عمر میں پہنچنے سے شروع ہوتا ہے اور بالغ ہونے پر ختم ہوجاتا ہے۔اس دور میں انسان کے لیے اہلیتِ وجوب مکمل طور پر موجود ہوتی ہے، کیونکہ یہ اہلیت جب ایسے بچے کے لیے ثابت ہے جس میں تمیز نہ ہو تو اس بچے کے لیے تو بدرجہ اولی ثابت ہونی چاہیے جو سن تمیز کو پہنچ چکا ہو،اس لیے کہ وہ اس سے بہتر حالت میں ہوتا ہے۔لہذا اس کے حقوق دوسروں پر اور دوسروں کے حقوق اس پر اسی طرح ثابت ہوتے ہیں جن کی تفصیل ہم پیدائش سے تمیز تک کے دور میں اس بچے سے متعلق بیان کر چکے ہیں۔

جہاں تک اہلیتِ ادا کا تعلق ہے تو اس دور میں عقل ناقص ہونے کی بنا پر ناقص اہلیت ثابت ہوتی ہے اور اس دور میں بچہ ایمان اور بدنی عبادات سے متعلق جو افعال ادا کرتا ہے اس ناقص اہلیت کے نتیجے میں ان افعال کی ادائیگی درست مانی جاتی ہے،لیکن یہ اس پر واجب نہیں ہوتے، کیونکہ بچے کے لیے اس میں خالص نفع ہے۔اس کے مالی تصرفات میں تفصیل ہے جو ذیل میں بیان کی جاتی ہے:

۱۔ایسے نفع بخش تصرفات جن میں بچے کے لیے خالص نفع ہی ہو، جیسے ہبہ،صدقہ اور وصیت کا قبول کرنا۔یہ تصرفات بچے کی طرف سے درست مانے جائیں گے، یہ ولی یا وصی کی اجازت پر موقوف نہیں ہوں گے۔اگر بچے نے اس قسم کے تصرفات براہِ راست خود کیے ہوں تو ان کو درست قرار دینا ممکن ہے، کیونکہ اس میں ناقص اہلیت موجود ہے اور اس کو درست قرار دینے میں اس کے لیے ظاہری مصلحت ہے،اور ہمیں یہ حکم دیا گیا ہے کہ ہم اس حد تک بچے کے مفاد ومصلحت کی رعایت کریں جس حد تک ہم کر سکتے ہیں۔

۲۔وہ معاملات جو بچے کو نقصان پہنچائیں۔یہ وہ ہیں جن کے نتیجے میں ایک چیز اس کی ملک سے نکل جاتی ہے اور اس کا کوئی عوض نہیں ہوتا، جیسے ہبہ اور وقف وغیرہ۔بچے کی طرف سے یہ معاملات درست نہیں ہیں بلکہ اصلاً منعقد ہی نہیں ہوتے،اور ولی اور وصی بھی ان کو اجازت کے ذریعے صحیح قرار نہیں دے سکتے۔کیونکہ ولی اور وصی بچے کے حق میں نہ تو براہ راست ان تصرفات کا اختیار رکھتے ہیں اور نہ ان کو اس کی

اجازت کا اختیار ہے۔اس کا سبب یہ ہے کہ بچے کی ولایت کے لیے اس کی نگہداشت اور اس کے مفاد کی رعایت ضروری ہے۔اگر بچے سے براہ راست اور وصی کی اجازت سے ایسے تصرفات صادر ہوجائیں جو اس کے لیے نقصان دہ ہوں تو ان کا نگہداشت سے کوئی تعلق نہیں ہوگا اس لیے یہ معاملات درست قرار نہیں دیے جاسکتے۔اسی طرح وہ معاملات جن کی اصل ساخت نقصان وخسارے پر مبنی ہے جیسے وصیت وطلاق کہ دونوں صورتوں میں ان میں زوال ملکیت ہوتا ہے۔

۳۔جو معاملات اپنی اصل ساخت کے اعتبار سے نفع اور نقصان دونوں کے درمیان رہتے ہیں جیسے بیع،اجارہ اور ایسے دیگر معاملات جن میں مالی عوض ملتا ہے،ان معاملات میں نفع اور نقصان دونوں کا احتمال ہوتا ہے۔اگر ایک سمجھ دار (ممیز) بچہ ان تصرفات کو کرے گا تو وہ درست ہوں گے،کیونکہ اس میں اہلیت ادا سے فائدہ اٹھانے کا اعتبار ہوتا ہے۔البتہ وہ اس میں ناقص اہلیت ہونے کے سبب ولی کی اجازت پر موقوف ہوں گے۔جب ولی اپنی اجازت کے ذریعے اس نقصان یعنی ناقص اہلیت کی تلافی کر دیتا ہے تو اس صورت میں اس تصرف کو یہی سمجھا جائے گا کہ کامل اہلیت رکھنے والے شخص سے یہ تصرفات صادر ہوئے ہیں۔[۱۲]

وہ بچہ جس کے ولی کی طرف سے معاملات کی اجازت دی گئی ہو

ولی کے لیے جائز ہے کہ وہ بچے کو تجارتی معاملات کی اس وقت اجازت دے دے جب وہ یہ دیکھے کہ اس میں اس کی قدرت موجود ہے۔اس صورت میں بچے کے تجارتی معاملات اور تمام تجارتی کاروبار اور اس کے لوازم صحیح اور نافذ سمجھے جائیں گے،کیونکہ معاملہ کرنے کی اجازت اگر پہلے سے دے دی جائے تو وہ اس کے بعد اجازت دینے کی مانند سمجھی جائے گی۔عراق ومصر کے دیوانی قانون میں یہ دفعات موجود ہیں۔

چوتھا دور: بالغ ہونے کے بعد کا دور

جب آدمی عاقل وبالغ ہوجاتا ہے تو اہلیت ادا اس کے لیے کامل درجے کی ثابت ہوجاتی ہے اور وہ اس کا اہل قرار پاتا ہے کہ شارع کا خطاب اس کی طرف متوجہ ہو۔یوں وہ تمام شرعی تکلیفات کا مکلّف ہوجاتا ہے اور جملہ عقود ومعاملات اس کی طرف سے صحیح ہوتے ہیں اور وہ کسی کی اجازت پر موقوف نہیں ہوتے بشرطیکہ اس میں سفاہت (کم عقلی) نہ ہو......

حواشی

۱۔ابن الملک،شرح المنار مع حاشیۃ الرہاوی،ص۹۳۶

۲۔التوضیح ۲:۱۶۱

۳۔بزدوی،اصول البزدوی ۴:۲۵۷،شرح المنار،ص۹۳۸

۴۔ بعض فقہاء کا خیال ہے کہ انسان کا ذمہ موت کے بعد بھی باقی رہتا ہے، جیسا کہ ہم تفصیل سے بعد میں اس کا ذکر کریں گے۔

۵۔ بدراوی، المدخل للقانون الخاص، ص ۵۸

۶۔ ملاخسرو، شرح مرقاۃ الوصول ۲: ۴۴۴ عبدالوہاب خلاف، علم اصول الفقہ، ص ۱۵۰

۷۔ جمہور فقہا کا موقف یہ ہے کہ ماں کے پیٹ میں جو بچہ ہو اس کا کوئی ولی یا وصی نہیں ہوتا۔ ہاں اس کی طرف سے اس کے مال کی حفاظت کے لیے امین مقرر کیا جاسکتا ہے لیکن مصر میں یہ قانون وضع کیا گیا ہے کہ اس کا وصی مقرر کیا جاسکتا ہے اور اس کو وہی حقوق حاصل ہوں گے جو نابالغ بچے کے وصی کو حاصل ہوتے ہیں۔

۸۔ علما کے نزدیک جب بچہ سات برس کا ہو جاتا ہے تو وہ سن تمیز کو پہنچ جاتا ہے۔ یہ عمر قانونی ضابطہ میں آنے کے لیے مقرر کی ہے۔ ورنہ متقدمین فقہا کے نزدیک تمیز کے لیے کوئی عمر مقرر نہیں تھی۔ یہ متاخرین نے مقرر کی ہے۔ اس کی بنیاد اس حدیث پر ہے جس میں فرمایا گیا ہے کہ بچوں کو نماز کی تاکید کرو۔ جب وہ سات سال کے ہو جائیں تو ان کو نماز کا حکم دو اور جب دس سال کے ہو جائیں تو ان کو (نماز کے لیے) مارو۔ مصری اور عراقی قانون میں تمیز کی عمر سات سال ہے۔

۹۔ التلویح علی التوضیح ۲: ۱۶۳

۱۰۔ بچے پر زکاۃ واجب ہونے کے بارے میں فقہا میں اختلاف ہے۔ جو لوگ اس کو واجب سمجھتے ہیں وہ مال داروں کے مال میں غریبوں کا حق واجب ہونے کا اعتبار کرتے ہیں اور اس علت میں بلوغت وعدم بلوغت سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ جو لوگ بچے پر زکاۃ واجب نہیں سمجھتے وہ اس کو نماز اور روزے کی طرح عبادت سمجھتے ہیں اور عبادت کے لیے بلوغت شرط ہے کیونکہ اس میں آزمائش ہے۔ کم عقلی کی بنا پر بچے میں آزمائش کی صلاحیت نہیں ہوتی۔ دیکھیے: بدایۃ المجتہد ۱: ۲۲۰

۱۱۔ عبدالعزیز بخاری، کشف الاسرار ۴: ۱۳۶۲

۱۲۔ یہ بات قابل لحاظ ہے کہ ایسے معاملات کے اعتبار میں جو نفع ونقصان دونوں کے درمیان میں ہوتے ہیں معاملے کی نوعیت وطبیعت کو دیکھا جاتا ہے، قطع نظر اس کے کہ جس معاملے کو اس بچے نے کیا ہے اسے حقیقت میں نفع ہوا ہے یا نہیں۔ اگر کوئی بچہ اپنی چیز کو اس کی قیمت سے زیادہ بیچتا ہے تو یہ معاملہ ولی کی اجازت پر موقوف رہتا ہے اور اس بیع میں بچے کو جو نفع حاصل ہوتا ہے اس کا کوئی اختیار نہیں۔ اس لیے کہ بیع اپنی نوعیت کے اعتبار سے ان معاملات میں سے ہے جس میں نفع ونقصان دونوں کا امکان رہتا ہے۔

....

☆اجتنب سوء الظن، واطرح الاوهام، والخيالات الفاسدة، والافكار المريضة.☆